خلافت ابوبکر کا تحقیقی جائزہ

مؤلف: آیۃ اللہ سید علی حسینی میلانی مُدظلہ العالی

مرکز حقائق الاسلامی

کتاب	خلافت ابوبکر کا تحقیقی جائزہ
مؤلف	آیت اللہ سید علی حسینی میلانی مدظلہ العالی
ناشر	مرکز حقائق اسلامی
تاریخ اشاعت	۱۴۴۶ھ-۲۰۲۴ء
تعداد	۱۰۰۰
طباعت	باردوّم
شابک	ISBN۹۷۸-۶۰۰-۵۳۴۸-۲۴-۸

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

مرکزالحقائق اسلامی قم/صفائیہ/کوچہ ۳۴/کوچہ ایرانی زادہ پلاک ۳۳

فون نمبر:۰۰۹۸-۲۵۱-۷۷۳۹۹۶۸/فیکس نمبر:۰۰۹۸-۲۵۱-۷۷۴۰۸۹۵

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ ۱

مقدمہ ۴

حصہ اول ۶

ابوبکر کی خلافت پر اہم ترین دلائل ۶

امامت ابوبکر پر اہلسنت کے اہم استدلال ۷

حصہ دوم ۱۰

ابوبکر کی افضلیت اور برتری پر اہم دلائل ۱۰

ابوبکر کی فضیلت پر اہل سنت کے دلائل ۱۱

پہلی دلیل: ۱۲

دوسری دلیل: ۱۳

تیسری دلیل: ۱۴

چوتھی دلیل: ۱۵

پانچویں دلیل: ۱۶

چھٹی دلیل: ۱۶

ساتویں دلیل: ۱۷

آٹھویں دلیل: ۱۷

نویں دلیل: ۱۸

دسویں دلیل: ۱۸

حصہ سوم ۲۰

ابو بکر کی برتری کے سلسلہ میں ۲۰

پیش کئے گئے دلائل ۲۰

ابو بکر کی افضلیت پر اہل سنت کے دلائل کا ناکافی ہونا ۲۱

پہلی دلیل کا تنقیدی جائزہ ۲۱

دوسری دلیل کا تنقیدی جائزہ: ۲۶

تیسری دلیل کا تنقیدی جائزہ ۳۱

چوتھی دلیل کا تنقیدی جائزہ ۳۲

پانچویں دلیل کا تنقیدی جائزہ ۳۳

چھٹی حدیث پر تنقیدی جائزہ ۳۳

ان روایات میں قابل توجہ نکات ۳۹

ساتویں دلیل کا تنقیدی جائزہ ۴۳

آٹھویں دلیل کا تنقیدی جائزہ ۴۴

نویں دلیل کا تنقیدی جائزہ ۴۶

دسویں دلیل کا تنقیدی جائزہ ۴۷

چوتھا حصہ ۵۰

دلیلِ اجماع پر تنقیدی جائزہ ۵۰

خلافت ابوبکر پر اجماع کی حقیقت ۵۱

سعد تفتازانی اس طرح گویا ہیں: ۵۳

دلائل امامیہ کے بارے میں تفتازانی کا نظریہ ۵۴

تفتازانی کے نظریہ کا ردّ ۵۷

خاتمۂ سخن ۵۷

منابع و مآخذ ۶۱

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی محمد وآلہ الطاہرین
المعصومین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین من الاولین والآخرین

خدا کا آخری اور سب سے کامل دین حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ دنیا والوں کے سامنے پیش ہوا اور رسالت و قانون کو پہنچانے والے انبیاء کی نبوت کا اختتام بھی آپ ہی کی نبوت پر ہوا۔

دین اسلام کا ظہور مکہ مکرمہ سے ہوا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وفادار ساتھیوں کی تیئیس سالہ زحمتوں اور محنتوں کے بعد پورے جزیرۃ العرب پر چھا گیا۔

اس دین الٰہی کی حفاظت کی باگ ڈور ۱۸ ذی الحجہ غدیر خم کے مقام پر علی الاعلان خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔

اس دن حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و جانشینی کے اعلان کے ساتھ ساتھ خدا کی نعمتیں تمام ہوئیں اور دین خدا کامل ہوا، اس کے بعد خدا کے نزدیک پسندیدہ دین، دین اسلام بنا اور جب ایسا ہوا تو کفار و مشرکین دین اسلام کو نابود کرنے سے مایوس ہو گئے۔

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ نے پہلے سے بنائی ہوئی سازشوں کے تحت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد راہ ہدایت ورہبری کو بدل ڈالا، شہر علم کے دروازہ کو بند کر دیا اور مسلمانوں کو ضلالت وگمراہی کے گرداب میں ڈال دیا۔

اُنھوں نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں ہی سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتابت پر پابندی لگاکر، جعلی حدیثوں کے گھڑنے کا سلسلہ شروع کر کے، دین میں شبہات اور دھوکہ دھڑی سے بازار گرم کر دیا، شیطانی ہتھکنڈوں اور فریب کاریوں کو رواج دیتے ہوئے اسلام کے روز روشن کی طرح واضح حقائق کو شک وتردید کے سیاہ بادلوں کے پیچھے چھپا دیا۔

واضح سی بات ہے کہ ان سازشوں اور ہرزہ سرائیوں کے باوجود بھی حقائق اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گُہر بار احادیث، امیر المومنین علیؑ -اوران کے بعد آنے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیاء اور ان کے وفادار جاں نثاروں کے ذریعہ تاریخ کے مختلف ادوار میں بیان ہوتے رہے اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی طرح لوگوں کے سامنے پیش ہوتے رہے انہوں نے حقائق کو بیان کرتے ہوئے گمراہ لوگوں، شیاطین کے خیالی پروپیگنڈوں اور شبہات کے بارے میں اسلام کے دشمنوں کو پختہ جواب دے کر حقیقت کو لوگوں کے لئے واضح کر دکھایا۔

اس طرح سے ان باوفا لوگوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں: جیسے شیخ مفید، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، خواجہ نصیر الدین شیخ طوسی، علامہ حلی، قاضی نور اللہ شوشتری، میر حامد حسین ہندی لکھنوی، علامہ سید شرف الدین، علامہ شیخ امینی رحمۃ اللہ علیہم یہ شخصیات نورانی ستاروں کی طرح چمکتی رہیں کیونکہ یہی شخصیات حقائق اسلامی کے دفاع کی راہوں میں مذہب ومکتب اہل بیت علیہم السلام

کے حقائق کو واضح کرنے کے لئے اپنے زبان وقلم سے شبہات کی تحقیق کر کے جواب دیتی رہی ہیں...

دور حاضر کے علماء ومحققین جو اپنے تحریری بیانات اور بلیغ گفتگو سے دین مبین اسلام کے حقائق کی تبیین اور امیر المومنین علیؑ -کی ولایت وامامت کی مقدس حدود کا عالمانہ طریقہ سے دفاع کرنے میں ہمہ وقت مصروف ہیں ان میں سے ایک عظیم شخصیت محقق گرانقدر مدافع حریم اہل بیت علیہم السلام حضرت آیۃ اللہ سید علی حسینی میلانی حفظہ اللہ کی ہے۔

مرکز حقائق اسلامی کو یہ افتخار حاصل ہے کہ اس نے اس عظیم محقق کے قیمتی آثار وکتب کو زندہ رکھنے کو اپنے لائحہ عمل کا حصہ قرار دیا ہے اور تحقیق کے ساتھ معظم لہ کے آثار وترجمہ کو محققین اور حقائق اسلامی کے تشنگان اور متوالوں کی خدمت میں پیش کرنے کا ذمہ اپنے دوش پر اُٹھایا ہے۔

یہ کتاب جو آپ کی خدمت میں ہے محقق محترم حضرت آیۃ اللہ سید علی حسینی میلانی حفظہ اللہ کی فارسی کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ ہے تاکہ حقائق اسلام سے لوگوں کو روشناس کرایا جاسکے۔

امید ہے کہ یہ سعی وکوشش حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہ عجل اللہ تعالے فرجہ الشریف کی بارگاہ میں پسندیدہ اور آپ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خوشنودی کا باعث ہوگی۔

مرکز حقائق اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی محمد وآلہ الطاہرین

المعصومین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین من الاولین والآخرین

مقدمہ:

اس سے پہلے جو ہم نے تحقیق پیش کی ہے اس میں قرآن و سنت اور عقل سے امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت پر دلائل کو پیش کیا ہے اور ہم اس پوری بحث میں اہل سنت کے نامور علماء علم الکلام کے کلام سے خارج نہیں ہوئے اور امامت کے لیے جن شرائط کو وہ معتبر اور ضروری سمجھتے تھے اس کا خیال رکھا ہے۔

اہل سنت، امامت کو عوام کی طرف سے ایک انتخابی منصب سمجھتے ہیں اسی وجہ سے امام کے لیے بعض شرائط اور خصوصیات کو ضروری جانتے ہیں تاکہ جس شخص میں یہ شرائط پائی جائیں اسی میں امامت کی صلاحیت پائی جائے گی۔ ہم نے اس تحقیق میں اہل سنت کے نامی گرامی علماء کے کلام کے مطابق انہی شرائط اور خصوصیات کی روشنی میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی خلافت کو ثابت کیا ہے۔

اب ان مطالب کی تکمیل کے لیے ابوبکر کی امامت پر اہل سنت کے دلائل کی تحقیق کرتے ہیں کہ جس طرح ہم امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت پر متعدّد دلائل رکھتے ہیں اسی طرح اہل سنت بھی اپنے گمان کے مطابق ابوبکر کی امامت اور خلافت پر بھی دلائل رکھتے ہیں۔ ہم ان دلائل کی تحقیق و جستجو کریں گے تاکہ علمی معیار پر ان کی قدر و قیمت معلوم ہو سکے۔

ہم اس تحقیق میں بحث و مناظرہ کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں گے چونکہ واضح سی بات ہے کہ مناظرہ کی بنیاد ہی اس بات پر ہوتی ہے کہ ایسے دلائل پیش کئے جائیں کہ جن کو طرفین قبول کرلیں یا مخالف کی دلیل کو قبول کرلیا جائے تاکہ اس طرح بالمقابل کو اپنی بات تسلیم کرنے پر راضی کیا جائے۔

ہم اس موضوع میں اہل سنت کے محققین کی کتب اور کلام کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کریں گے اور اس کے آداب جیسے کلام میں متانت اور تعصب سے دوری اختیار کریں گے تاکہ یہ بات واضح و آشکار ہو جائے کہ ابوبکر کی خلافت پر قائم کردہ ان کے دلائل خود ان کے علماء کے نزدیک تام اور مکمل نہیں ہیں اور اگر صورت حال ایسی ہو تو پھر ہمیں کس طرح مجبور کیا جاسکتا ہے کہ ہم انہیں قبول کریں چونکہ یہ تو وہ دلائل ہیں کہ جنہیں خود اہل سنت کے بزرگ علماء ہی قبول نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے استدلال کرتے ہیں۔!!

ہم اس تحقیق میں علم کلام پر لکھی گئی اہل سنت کی مشہور اور اہم ترین کتابوں کا حوالہ دیں گے جیسے مواقف، شرح مواقف اور شرح مقاصد۔ یہ کتب آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں تالیف کی گئی ہیں اور مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ہیں۔اہل سنت کے اساتید فن نے ان پر بہت زیادہ شروحات اور حاشیہ جات لکھے ہیں اگر بطور نمونہ "کشف ظنون" کی طرف مراجعہ کریں کہ اس کے مؤلف نے مندرجہ بالا کتب کے بارے میں کیا کہا ہے۔ دوسری طرف یہ اہل سنت کی اہم کتب شمار کی جاتی ہیں اور دوسری کتابوں کا محور بھی یہی کتب ہیں اور یہ تمام اہلسنت کے ہاں قابل قبول ہیں وہ ان پر اعتماد اور ان سے استناد کرتے ہیں۔

سید علی حسینی میلانی

حصہ اول

ابوبکر کی خلافت پر اہم ترین دلائل

امامت ابوبکر پر اہلسنت کے اہم استدلال

اب ہم اہلسنت کی طرف سے خلافت ابوبکر پر پیش کئے گئے اہم دلائل کی تحقیق کرتے ہیں۔
شرح مواقف کا متن کچھ اس طرح سے ہے:

چوتھا مقصد: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1] کے بعد امام برحق کے بارے میں ہے ہمارے عقیدے کے مطابق امامت ابوبکر کے لیے مخصوص ہے لیکن شیعہ کے اعتقاد کے مطابق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام برحق علی علیہ السلام ہیں۔

ہم تعین امام کے لیے دو طریقے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح فرمان میں امام کا معین ہونا۔

۲۔ لوگوں کے اجماع و اتفاق سے امام کا معین ہونا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام کو تعین کرنے کے لیے خدا اور پیغمبر اسلام کی کوئی واضح کلام موجود نہیں ہے [1] لیکن امت کی جانب سے ابوبکر کے علاوہ کسی اور پر بھی اجماع و اتفاق نہیں پایا جاتا۔

---

[1] اگرچہ اہل سنت کے منابع اور مآخذ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد ناقص درود لکھا جاتا ہے لیکن ہم آنحضرت کے فرمان کی روشنی میں کامل درود و صلوات لکھیں گے۔

امامت کی حقانیت ابوبکر، علیؑ اور عباس کے اجماع پر تحقق پزیر ہوجاتی ہے۔[۲]

پھران دوافراد (علیؑ اور عباس) نے خلافت ابوبکر کی مخالفت نہیں کی: لہذا اگر ابوبکر امام برحق نہ ہوتے تو یقینا یہ لوگ ان کی مخالفت کرتے لہذا اجماع کے ذریعے ابوبکر کی خلافت ثابت اور کامل ہوجاتی ہے۔[۳]

اس استدلال میں اعتراف کیا گیا ہے کہ ابوبکر کی خلافت و امامت پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی واضح کلام موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ابوبکر کی امامت پر پہلی دلیل، مندرجہ بالا اجماع ہے اور اس سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی واضح روایت موجود نہیں ہے۔

"شرح مقاصد" کے مصنف اپنی کتاب کے تیسرے حصہ میں ثبوت امامت اور خلافت کے بارے میں کہتے ہیں:

"امام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح کلام یا امت کے انتخاب سے معین ہوتا ہے۔[۴]

ابوبکر کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی واضح کلام موجود نہیں ہے لیکن وہ لوگوں کے اتفاق و اجماع سے منصوب کئے گئے ہیں۔[۱]

---

[۱] شرح مواقف کے مصنف اس سلسلہ میں اعتراف کرتے ہیں کہ امامت ابو بکر پر کوئی بھی روایت موجود نہیں ہے اور نہ ہی امامت حضرت علیؑ پر کوئی روایت موجود ہے۔

[۲] اس کا مقصد یہ ہے کہ امامت کے شبھہ کے محور یہی تین افراد ہیں۔

[۳] شرح مواقف ۳۵۴/۸

[۴] یہ بات قابل توجہ ہے کہ '' مواقف '' کے مصنف کے نزدیک دلیل امامت، اجماع ہے جبکہ '' مقاصد '' کے شارح کے یہاں اختیار امت ہے ان دو کلمات کے معانی متفاوت ہیں آگے چل کر ان کی وضاحت کی جائے گی۔

پس واضح ہو گیا کہ امامت ابوبکر کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی واضح کلام موجود نہیں ہے بلکہ ان کی خلافت پر تنہا دلیل امت کا اتفاق و اجماع ہے۔

تیسرا طریقہ اہلسنت جو اس بارے میں پیش کرتے ہیں وہ افضلیت ہے۔ لہذا جس طرح ہم افضلیت کے بارے میں بحث کرتے ہیں اس طرح وہ بھی بحث کرتے ہیں لیکن اس مقام پر اہلسنت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض سند امامت کے لیے افضلیت کو شرط جانتے ہیں اور بعض اس نظریہ کے قائل نہیں ہیں۔

بنابراین جو امام کی افضلیت کے بارے میں انکار کرتے ہیں وہ ابوبکر کے افضل اور برتر ہونے کا اصرار نہیں کرتے ہیں جیسے فضل بن روزبھان، لیکن جو علماء امام کے لیے افضلیت کو معتبر شرط کے طور پر جانتے ہیں وہ مجبوراً ابوبکر کی افضلیت اور برتر ہونے کو ثابت کرتے ہیں چونکہ وہ اسی وجہ سے ابوبکر کی امامت کے قائل ہیں۔

من جملہ محققین میں سے جو افضلیت کو امامت کے لیے شرط جانتے ہیں ان میں سے ایک ابن تیمیہ ہے۔ اسی وجہ سے ان کا اس بات پر اصرار ہے کہ ابوبکر تمام اصحاب سے افضل اور برتر ہیں اور اس کے مقابلے میں علماء امامیہ جو امام علیؑ کی افضلیت و برتری پر استدلال کرتے ہیں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

---

[1] شرح المقاصد ۲۵۵/۵

حصہ دوم

ابوبکر کی افضلیت اور برتری پر اہم دلائل

ابوبکر کی فضیلت پر اہل سنت کے دلائل

کتاب مواقف اور شرح مواقف میں کچھ یوں ذکر ہوا ہے:

پانچواں مقصد اس مقصد میں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل ترین شخص کے بارے میں بحث کریں گے۔

ہم اور بہت سارے متقدمین علماء معتزلہ، ابوبکر کو افضل جانتے ہیں اور شیعہ اور بہت سارے علماء متاخرین معتزلہ، حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل سمجھتے ہیں۔ [۱]

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس سے یہ واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ ابوبکر کی امامت اور خلافت پر اہل سنت نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ اجماع اور افضلیت ہیں۔ البتہ اگر افضلیت کو وہ معتبر جانیں اور ابوبکر کی امامت پر کوئی بھی حدیث اور دستور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ رکھتے ہوں۔

ہم امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت کو تینوں طریقوں (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح نص، اجماع اور افضلیت) سے ثابت کرتے ہیں لیکن ہم یہاں اس بحث سے صرف نظر کرتے ہیں۔

---

[۱] شرح مواقف. ۳۶۵/۸

علمائے اہل سنت اعتراف کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بھی حدیث اور واضح کلام ابوبکر کی امامت پر موجود نہیں ہے لہذا ابوبکر کی امامت کو ثابت کرنے کے لیے فقط دو طریقے، افضلیت اور اجماع باقی رہ جاتے ہیں۔

وہ ابوبکر کی افضلیت کے لیے جو دلائل پیش کرتے ہیں اب ہم ان کی تحقیق کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:

پہلی دلیل جس سے ابوبکر کی برتری اور فضیلت کے لیے استدلال کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے جس میں ارشاد خداوندی ہے

" وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ "[1]

ترجمہ: "اور عنقریب صاحب تقویٰ کو اس سے (بھڑکتی ہوئی آگ سے) محفوظ رکھا جائے گا جو اپنے مال کو دے کر پاکیزگی کا اہتمام کرتا ہے جبکہ اس کے پاس کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کی جزا دی جائے"۔

شرح مواقف کے مصنف کہتے ہیں کہ اکثر مفسرین اور محققین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیۂ مبارکہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے چونکہ وہ سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے اور جو تقویٰ

---

[1] (۲) سورۂ لیل. آیات، ۱۹ء۱۷

میں سب سے آگے ہو وہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہے اس لئے خداوند عالم فرماتا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ [۱]

بیشک خدا کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔
اس لئے ابوبکر، خدا کے نزدیک افضل ترین لوگوں میں سے ہیں۔
دوسری طرف کوئی شک و شبہ نہیں کہ جو شخص خدا کے نزدیک زیادہ مقرّب اور با فضیلت ہو ایسے شخص کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں کا امام و پیشوا ہونا چاہئے اور یہ ایسا مطلب ہے کہ جس میں کوئی اشکال نہیں ہے لہذا ابوبکر تمام اصحاب سے افضل ہیں اور جو شخص تمام امت میں فضیلت اور برتری رکھتا ہو وہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے لیے معین ہے۔ [۲]

دوسری دلیل:

ابوبکر کی فضیلت و برتری کے لیے جو دوسری دلیل پیش کی جاتی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اقتدو باللذین من بعدی ابو بکر و عمر" [۳]

---

[۱] سورۂ حجرات آیہ ۱۳
[۲] شرح المواقف ۳۶۵/۸
[۳] مسند احمد ۳۸۲/۵-۳۸۵، صحیح ترمذی ۶۷۲/۵، مستدرک حاکم ۷۵/۳

"میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا"

لفظ "اقتدوا" فعل امر ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تمام مسلمانوں کو خطاب ہے اور اس میں علیؑ بھی شامل ہے لہذا انہیں بھی ابوبکر و عمر کی اقتدا اور پیروی کرنی چاہئے چنانچہ علیؑ پر واجب و ضروری ہے کہ ان دونوں کی اقتدا کریں اور جس کی دوسرے لوگ اقتدا کریں وہی امام اور پیشوا ہے۔

اہل سنت نے اس حدیث نبوی کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ابوبکر کی خلافت پر دلیل ہوگی اور عمر کی خلافت ابوبکر کی خلافت پر موقوف ہے اگر ابوبکر کی خلافت ثابت ہو جائے تو عمر کی خلافت بھی ثابت ہو جائے گی اگرچہ ابھی ہم عمر کی خلافت کے متعلق تحقیق و تنقید نہیں کریں گے۔

تیسری دلیل:

ابوبکر کی فضیلت اور برتری کے لیے تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے ابوالدرداء سے فرمایا:

" واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی رجل افضل من ابی بکر "[1]

---

[1] کنز العمال ۱۱/۵۵۷، تاریخ بغداد ۱۲/۴۳۳، تاریخ مدینہ دمشق ۳۰ / ۲۰۸

خدا کی قسم! انبیاء اور رسولوں کے بعد سورج نے ابوبکر سے بہتر کسی شخص پر طلوع و غروب نہیں کیا ہے۔

در حقیقت اس حدیث میں ابوبکر کی امامت پر واضح و روشن طور پر تاکید کی گئی ہے اور اس حدیث کی رو سے ابوبکر، علیؑ سے افضل اور برتر ہوں گے اور عقل بھی معمولی انسان کو صاحب فضیلت پر مقدم کرنا یا صاحب فضل کو اس سے زیادہ با فضیلت انسان پر مقدم کرنے کو صحیح جانتی ہے لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف خلیفۂ برحق ابوبکر ہیں۔

چوتھی دلیل:

چوتھی دلیل وہ روایت ہے کہ جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر و عمر کے بارے میں بیان کی ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هما سيدا كهول اهل الجنة ما خلا النبيين و المرسلين"[1]

"پیغمبروں اور رسولوں کے علاوہ ابوبکر و عمر بہشت میں بوڑھوں کے سردار ہیں"
جو شخص کسی قوم کا آقا و سردار ہو وہ ان کا امام و پیشوا بھی ہو گا یعنی دوسرے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ان کی پیروی کریں اور علیؑ بھی چونکہ اسی قوم کے ایک فرد تھے لہذا انہیں بھی چاہیئے کہ ابوبکر و عمر کی اتباع کریں چونکہ وہ جنت میں بوڑھوں کے آقا و سردار ہیں

[1] تاریخ مدینۃ دمشق ۳/۱۷۱، سنن ترمذی ۵/۲۷۲، المصنف ۷/۴۷۳

پانچویں دلیل:

پانچویں دلیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ما ینبغی لقوم فیھم ابوبکر أن یتقدم علیه غیره"[1]

جس قوم کے درمیان ابوبکر ہوں ان کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ وہ ان پر مقدم ہوں۔
لہذا کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ابوبکر سے مقدم سمجھے اور یہ حکم علیؑ کو بھی شامل ہے۔ چنانچہ علیؑ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ابوبکر سے مقدم ہوں اور کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ علیؑ، ابوبکر سے مقدم ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہوگی۔

چھٹی دلیل:

چھٹی دلیل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سلوک ہے جو آپ نے ابوبکر کے بارے میں انجام دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جماعت میں (کہ جو بہترین عبادت ہے) ابوبکر کو مقدم کیا ہے چونکہ ابوبکر نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں لوگوں کو نماز جماعت پڑھائی اور جو نماز ابوبکر نے ان شرائط میں اقامہ کی (بنابراینکہ جو روایت نقل کی گئی ہے) وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور و حکم تھا لہذا اگر کوئی شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز پڑھائے اور آپ کے حکم سے مسلمانوں

[1] سنن ترمذی ۲۷۶/۵، الکامل ۲۴۰/۵

کے لیے نماز اقامہ کرے تو اس میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی مسلمانوں کی امامت اور رہبری کرے۔

ساتویں دلیل:

ساتویں دلیل وہ حدیث ہے کہ پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین کے بارے میں ارشاد فرمائی

" خیر امتی ابو بکر ثم عمر "[۱]

"میری امت میں بہترین شخص ابو بکر پھر عمر ہیں"

اس حدیث کو اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

آٹھویں دلیل:

آٹھویں دلیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث جو آپ نے ابو بکر کی دوستی کے بارے میں بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

" لو کنت متخذاً خلیلاً دون ربّی لاتّخذت ابو بکر خلیلاً "[۲]

اگر میں اپنے پروردگار کے بعد کسی کو دوست انتخاب کرتا تو ابو بکر کو بعنوان دوست منتخب کرتا۔

---

[۱] تاریخ مدینۃ دمشق ۳۰ / ۳۷۶

[۲] مسند احمد ۱/ ۴۱۲، ۴۳۲، ۴۳۹ اور ۴/ ۴ اور ۵، صحیح بخاری ۴/ ۱۹۱، صحیح مسلم ۷/ ۱۰۸ - ۱۰۹

نویں دلیل:

نویں دلیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کے سامنے بیان کی جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

" و أین مثل ابی بکر کذّبنی النّاس و صدّقنی وا من بی و زوّ جنی ابنته و جهّزنی بماله و واسانی بنفسه و جاهد معی ساعة الخوف "[۱]

ابو بکر جیسا کون ہوسکتا ہے کہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لایا اور اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ کیا اور جان ومال سے میری مدد و نصرت کی اور تنہائی وخوف کے وقت میرے ساتھ جہاد کیا۔

دسویں دلیل:

دسویں دلیل حضرت علیؑ کا یہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا:

" خیر النأس بعد النبیین ابو بکر ثم عمر ثم الله أعلم "[۲]

انبیاء کے بعد لوگوں میں سے بہترین ابو بکر پھر عمر اس کے بعد خداوند عالم سب سے بہتر جانتا ہے۔!![۱]

---

[۱] تاریخ مدینۃ دمشق ۳۰ /۱۱۵، ۱۱۰

[۲] کنز العمال ۱۳ /۸، تاریخ مدینۃ دمشق ۳۰/ ۳۵۱،

کنز العمال ۱۳ /۸، تاریخ مدینۃ دمشق ۳۰/ ۳۵۱،

جوکچھ بیان کیا جاچکا ہے یہ وہ دلائل ہیں جو اہل سنت ابوبکر کی افضلیت اور برتری کے لیے پیش کرتے ہیں اور یہ دلائل اہل سنت کے معتبر منابع اور ماخذ من جملہ کتب فخر رازی اور الصواعق المحرقہ، شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔

جو دلائل ذکر کیے گئے ہیں وہ اہل سنت کی بہت ساری قدیمی اور عہد حاضر کی کتب میں موجود ہیں۔

علمائے معتزلہ متقدمین بھی ان دلائل کے ذریعہ اشاعرہ کے ساتھ متفق ہیں لیکن علمائے معتزلہ متاخرین ابوبکر کی افضلیت و برتری کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ علیؑ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ اس وقت کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ امامت و خلافت میں ابوبکر کو حضرت علیؑ پر مقدم کیا جائے۔

---

[1] واضح رہے کہ اہل سنت کے ماٰخذ میں جس عبارت میں زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے وہاں پر ہم نے (!!) کی علامت لگائی ہے.

حصہ سوم

ابوبکر کی برتری کے سلسلہ میں

پیش کئے گئے دلائل

ابوبکر کی افضلیت پر اہل سنت کے دلائل کا ناکافی ہونا

جو کچھ بیان ہو چکا ہے وہ ابوبکر کی افضلیت پر اہل سنت کے دلائل تھے اگر کوئی سوال کرے کہ جو دلائل بیان کیے گئے ہیں ان میں سے اہم ترین دلیل کونسی ہے ؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ جو دس دلائل ذکر ہوئے ہیں ان میں سے دو دلیلیں یعنی ابوبکر کا لوگوں کو نماز پڑھانا اور حدیث اقتدا ہے ۔

" اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر "

"میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا"

یہ دلائل ان تمام دلائل سے اہم ترین ہیں لیکن ہم ہر ایک دلیل کے بارے میں علمائے اہل سنت کے نظریات و روایات کے مطابق تحقیق کریں گے ۔

پہلی دلیل کا تنقیدی جائزہ

پہلی دلیل خداوند عالم کے کلام سے پیش کی گئی ہے کہ جس میں ارشاد الہی ہے :

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ[1]

ترجمہ: "اور عنقریب صاحب تقویٰ کو اس سے (بھڑکتی ہوئی آگ سے) محفوظ رکھا جائے گا جو اپنے مال کو دے کر پاکیزگی کا اہتمام کرتا ہے جبکہ اس کے پاس کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کی جزادی جائے"۔

یہ ایک قرآنی آیت ہے۔ہم نے اپنی گذشتہ ابحاث میں جو آیات حضرت امیرالمؤمنین کی امامت سے مربوط تھیں ان میں اسے ذکر کیا ہے۔اس آیۂ مبارکہ کی دلالت امیرالمؤمنین کی امامت پر موقوف ہے اور ہم معتبر دلائل سے ثابت کریں گے کہ یہ آیت امیرالمؤمنین علیہ السلام کی شان و منزلت میں نازل ہوئی ہے ورنہ یہ آیت کریمہ بھی دوسری آیات کی طرح ہے کہ جس میں حضرت علی علیہ السلام کا نام ذکر کیا گیا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کا۔

لہذا اس آیت کا استدلال چند مقدمات پر موقوف ہے تاکہ ابوبکر کی خلافت و امامت پر دلالت کرے۔

الف: ابوبکر کی امامت پر اس آیت کا استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ وہ تمام دلائل جو امیرالمؤمنین کے معصوم ہونے پر قائم کیے گئے ہیں ان کا معتبر ہونا ساقط ہو جائے چونکہ معصوم ہستی خداوند سبحان کے نزدیک عزت والی ہے اس شخص کی نسبت جو اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرے اس لئے کہ اگر یہ آیت مبارکہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہو تو اس کا استدلال اس

---

[1] سورۂ لیل آیات ۱۷ - ۱۹

بات پر موقوف ہے کہ علمائے امامیہ جو دلائل حضرت علیؑ کی عصمت پر لائے ہیں ان کو باطل کردیا جائے ورنہ اگر کسی ایک دلیل کے ذریعہ بھی ثابت ہوجائے کہ خداوندعالم کے یہاں علیؑ کا مقام و منزلت سب سے زیادہ ہے تو اس آیۂ مبارکہ سے ابوبکر کی امامت و خلافت کا استدلال خود بخود باطل ہوجائے گا۔

ب: اس آیت سے خداوند کے ہاں ابوبکر کے مقرب ہونے کا استدلال اس وقت کامل ہوگا کہ جب وہ دلائل جو حضرت علیؑ کی افضلیت کے بارے میں لائے گئے ہیں وہ نارسا ہوں اور اگر وہ دلائل صحیح اور کامل ہوں تو اس آیۂ مبارکہ میں موجود ابوبکر کی افضلیت سے متصادم ہوں گے تو نتیجتاً ہر دو حجت ہوں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ کی وجہ سے ساقط ہوجائیں گے لہذا یہ آیت ابوبکر کی امامت پر دلالت نہیں کرتی البتہ جن دلائل سے استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح اور اس آیت کے ساتھ جو احادیث مربوط ہیں وہ بھی حجت رکھتی ہوں۔

تاریخ کے کچھ ایسے آشکار حقائق ہیں کہ جن کے اثبات کے لیے کسی استدلال اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے مثلاً:

علی علیہ السلام کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوئے لیکن ابوبکر بتوں کو سجدہ کرتے رہے اور اسی وجہ سے اہل سنت جب بھی حضرت علیؑ کا نام لیتے ہیں تو کرم اللہ وجھہ کہتے ہیں (یعنی یہ وہ چہرہ ہے جسے خداوند نے عزت بخشی ہے) اور یہ بات خود تقاضا کرتی ہے کہ علیؑ، خداوند کے ہاں عزت واحترام کے حامل ہیں۔

ج: اس آیت کا استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ آیت مبارکہ یقینی طور پر ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہو جبکہ مفسرین کے درمیان اس آیت کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کے متعلق تین نظریات ذکر کیے گئے ہیں۔

پہلا نظریہ: آیت کریمہ تمام مؤمنین کے لیے ہے اور کسی ایک مؤمن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

دوسرا نظریہ: یہ آیت مبارکہ کھجور کے درخت کے مالک ابو دحداح کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ تفسیر در المنثور میں ذکر ہوا ہے اور اس کا ابوبکر کی امامت و خلافت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسرا نظریہ: آیت مبارکہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اس بنا پر تین نظریات میں سے ایک نظریہ یہ ہے کہ ممکن ہے آیت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہو اور یہ نظریہ بھی اس بات پر موقوف ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہو اور اگر سند صحیح نہیں ہے تو پھر اس آیت مبارکہ سے ابوبکر کی امامت کے بارے میں استدلال باطل ہو جائے گا۔

اب ہم آپ کو اس روایت کی سند اور اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔

اس روایت کو طبرانی نقل کرتے ہیں اور حافظ ہیثمی "مجمع الزوائد" میں طبرانی سے نقل کے بعد کہتے ہیں:

"اس روایت کی سند میں مصعب بن ثابت ہے اور وہ نقل حدیث میں ضعیف ہے"۔ [1]

---

[1] مجمع الزوائد ۵۰/۹

لہذا تیسرا نظریہ (کہ یہ آیت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے) اس روایت پر موقوف تھا اور اب جب اس روایت کا ضعیف ہونا ثابت ہوگیا تو یہ نظریہ بھی خود بخود باطل ہوجائے گا۔

دوسری طرف مصعب اور اولاد زبیر جیسا کہ مفصل کتابوں میں ذکر ہوا ہے کہ یہ لوگ اہلبیت علیہم السلام سے منحرف تھے: یحیٰی بن معین، احمد بن حنبل اور ابو حاتم، مصعب کو ضعیف راویوں میں شمار کرتے ہیں۔

نسائی اس کے بارے میں کہتے ہیں "مصعب نقل حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں ہے البتہ دوسرے دانشوروں نے بھی ان کے متعلق گفتگو کی ہے۔[1]

اب کس طرح اس آیۂ مبارکہ سے ابوبکر کی افضلیت اور ان کے مقرب ہونے کا استدلال کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ علمائے اہل سنت کی تفاسیر میں تین مختلف نظریات پائے جاتے ہیں دوسرا جو کہتے ہیں کہ آیت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ بھی ضعیف روایت سے استدلال کیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ پھر ہم تکرار کرتے ہیں کہ یہ استدلال اس آیت پر موقوف ہے جب علمائے امامیہ کے حضرت امیرالمؤمنین کی امامت، فضیلت اور برتری کے لئے دلائل کافی نہ ہوں۔

---

[1] تہذیب التہذیب ۱۰/۱۴۴

دوسری دلیل کا تنقیدی جائزہ:

اہل سنت کی دوسری دلیل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

" اقتدو اباللذین من بعدی أبی بکر و عمر "

میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدا کرنا۔

یہ حدیث بہترین دلائل میں سے ہے کہ جسے اہل سنت ابو بکر و عمر کی امامت و خلافت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ کلامی و اصولی کتب میں اس سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ اس حدیث کے ذریعہ ابو بکر و عمر کے ہر کام میں اتفاق نظر کو حجت جانتے ہیں اور اس حدیث کا سہارا لیتے ہوئے شیخین کی سیرت و روش کو حجت ثابت کرتے ہیں لہذا یہ حدیث خاص توجہ کی حامل ہے چونکہ اس کو احمد بن حنبل نے مسند میں، ترمذی نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔[1]

اس لئے یہ حدیث معتبر اور مشہور کتابوں میں ذکر ہوئی ہے اور اہل سنت مختلف ابحاث میں اس سے استدلال کرتے ہیں۔

ہم آپ کو یاد دہانی کراتے ہیں کہ اگر کوئی انصاف پسند محقق اس حدیث کی اسناد و طرق کی تحقیق کرے اور بڑے غور و فکر سے اہل سنت کے علماء کے نظریات کو جنہوں نے اس حدیث کو

---

[1] مسند احمد ۳۸۲/۵-۳۸۵، صحیح ترمذی ۵۷۲/۵، مستدرک حاکم ۷۵/۳۔

روایت کیا ہے میں جستجو کرے تو ملاحظہ کرے گا کہ اس حدیث کے تمام روات ضعیف ہیں۔ یہ مطلب اس قدر واضح و آشکار ہے کہ اہل سنت کے نامور علماء نے بھی اس حدیث کے بہت سارے روات کو ضعیف شمار کیا ہے اور علماء رجال نے جرح و تعدیل کی اقسام میں ان کی کمزوریوں کو بیان کیا ہے۔

ہم تحقیق کی راہ ہموار کرنے اور محققین کی آسانی کے لیے اس حدیث کے روات کے بارے میں اہل سنت کے نظریات کو بیان کرتے ہیں۔

منادی اپنی کتاب "فیض القدیر فی شرح جامع الصغیر"[1] میں اس حدیث کی تشریح میں کہتے ہیں کہ:

"ابو حاتم اس حدیث کو قبول نہیں کرتے اور اس کو ناقص شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بزّار، ابن حزم کی طرح اس حدیث کو صحیح نہیں جانتے ہیں۔[2]

اس نقل کے مطابق اہل سنت کے تین نامور علماء یعنی ابو حاتم، ابو بکر بزّار اور ابن حزم اندلسی اس حدیث کو رد کرتے ہیں۔ دوسری طرف ترمذی نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں بہترین

---

[1] اس سے قبل بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد کی تحقیق کیلئے ہم ان منابع و مآخذ کی طرف رجوع کریں کہ جن میں اس کی تشریح اور وضاحت بیان کی گئی ہے اور اس طرح اس حدیث کی شرح میں لکھی گئی کتب جیسے کہ المرقات، فیض القدیر، شروح الشفاء قاضی عیاض وغیرہ کی طرف بھی رجوع کریں۔

[2] فیض القدیر ۵۶/۲

طرق واسناد سے نقل کیا ہے اور وہ بڑی صراحت کے ساتھ اس حدیث کے راویوں کو ضعیف شمار کرتے ہیں۔ (۱)

اگر آپ ابن جعفر عقیلی کی کتاب "الضعفاء الکبیر" کی طرف رجوع کریں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے خیالات کا کچھ یوں اظہار کرتے ہیں،

"اس حدیث کا انکار ہوا ہے اور اس کی کوئی اصل واساس نہیں ہے"۔ (۲)

میزان الاعتدال کے مؤلف ذہبی، ابو بکر نقاش سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اس حدیث کی کوئی اہمیت نہیں ہے" (۳)

دارقطنی کہ جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے آپ کو امیر المؤمنین سے ملقب کیا ہے، اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ "یہ حدیث ثابت نہیں ہے"۔ (۴)

علامہ عبری فرغانی (متوفی ۷۴۲ ھ) نے منہاج بیضاوی پر جو شرح لکھی ہے کہتے ہیں کہ "یہ حدیث من گھڑت اور جعلی ہے"۔ (۵)

حافظ ذہبی "میزان الاعتدال" میں مختلف مقامات پر اس حدیث کو نقل کرتے ہیں لیکن اس کی تکذیب کرتے ہوئے اسے باطل کہتے ہیں۔ (۶)

---

(۱) صحیح ترمذی ۵/۶۷۲

(۲) الضعفاء الکبیر ۴/۹۵

(۳) میزان الاعتدال ۱/۱۴۲

(۴) لسان المیزان ۵/۲۳۷

(۵) شرح المنہاج خطی نسخہ

(۶) میزان الاعتدال ۱/۱۴۱، ۱۰۵اور ۳/ ۶۱۰

جب آپ مستدرک کی تلخیص کی طرف رجوع کریں گے تو آپ ملاحظہ کریں گے کہ "حاکم" اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی سند کی کوئی اہمیت نہیں۔ [1]

محدث ہیثمی "مجمع الزوائد" میں اس حدیث کو طبرانی کے طریق سے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس حدیث کی سند میں بعض ایسے روات ہیں کہ جن کو میں نہیں جانتا۔ [2]

ابن حجر عسقلانی اور شیخ الاسلام بھی "لسان المیزان" میں متعدّد موارد میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں اور ہر بار اس حدیث پر بطلان کا حکم لگایا ہے۔ [3]

اسی طرح دسویں صدی ہجری کے علماء جیسے شیخ الاسلام ھروی اپنی کتاب "الدر النضید من مجموعۃ الحفید" میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی اور من گھڑت ہے۔ [4]

ابن درویش حوت بھی "اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب" میں اس حدیث کو لائے ہیں اور اس حدیث کے ضعیف و باطل ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات کو ذکر کیا ہے۔ [5]

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ حافظ ابن حزم اندلسی اس حدیث کے استدلال میں ایک اہم بات نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "اگر تدلیس یا مسئلے کے بیان تک دشمنوں کی رسائی ہو جاتی تو وہ خوشی

---

(۱) تلخیص مستدرک ۳/۷۵

(۲) مجمع الزوائد ۹/۵۳

(۳) لسان المیزان ۱/۲۷۲، ۱۸۸ اور ۵/ ۲۳۷

(۴) الدرر النضید من مجموعۃ الحفید ۹۷

(۵) اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب ۴۸

سے اڑنے لگتے یا ناراحتی سے ساکت اور مبہوت ہو کر رہ جاتے کہ بیان کرنے کو جائز سمجھتے تو یقینا ہم اس منقول شدہ روایت کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میرے بعد ان دونوں یعنی ابو بکر و عمر کی اتباع کرو" سے استدلال کرتے، لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور خداوند عالم ہمیں اس چیز سے استدلال کرنے سے محفوظ رکھے جو صحیح نہ ہو۔ (۱)

لہذا جو کچھ کہا گیا ہے اس حدیث سے امامت کی بحث کے لیے استدلال کرنا سزاوار نہیں ہے چاہے وہ امامیہ ہوں یا اہل سنت، یہاں تک کہ اگر ہم بھی امیر المؤمنین کی امامت کے لیے ایسی حدیث جس سے عمومی محققین نے رد کیا ہو اور اسے باطل جانتے ہوں استدلال نہیں کر سکتے اور اہل سنت کے لیے بطور دلیل پیش نہیں کر سکتے بلکہ ہم کسی بھی مقام پر اس قسم کی حدیث سے استدلال نہیں کر سکتے ہیں اگرچہ بعض اہل سنت جانتے ہیں کہ یہ حدیث غیر معتبر اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن جب وہ اس حدیث کی دلالت و معنی کو ابو بکر کی امامت و خلافت کی اثبات کے لیے مفید دیکھتے ہیں تو اس کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہیں۔

نمونہ کے طور پر قاری (شرح الفقہ الاکبر الی صحیحی البخاری والمسلم) میں اس حدیث کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف نسبت دیتے ہیں جبکہ یہ حدیث ان دو کتابوں میں موجود نہیں ہے اگرچہ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے لیکن یہ گروہ اس بات سے غافل ہے کہ آخر ایک دن محققین ان کی کتب کی طرف رجوع کر کے اس بات کی تحقیق کریں گے۔

---

(۱) الفصل فی الاھواء والملل والنحل ۸۸/۴

دوسری طرف یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر و عمر کی اتباع کرنے کا لوگوں کو حکم دیں جبکہ یہ دونوں حضرات بہت زیادہ مقامات میں اختلاف نظر رکھتے ہیں۔
شیخین (ابوبکر و عمر) کے مابین اختلافات کی صورت میں مسلمان کس کی اتباع کریں؟
کس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو کی اقتدا کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ بہت سارے صحابۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر و عمر کے عمل و کردار میں مخالفت کرتے ہیں؟
کیا ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر و عمر کی مخالفت کی وہ فاسق ہیں؟

تیسری دلیل کا تنقیدی جائزہ

تیسری دلیل جو اہل سنت ابوبکر کی امامت و خلافت کے لیے پیش کرتے ہیں وہ حدیث ہے کہ جس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی الدرداء سے فرمایا: "انبیاء و رسل کے بعد سورج، ابوبکر سے بہتر کسی شخص پر طلوع و غروب نہیں ہوا"
یہ حدیث اہل تسنن کے نزدیک انتہائی ضعیف ہے۔ طبرانی نے اس کو (اوسط میں) اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جس کے بارے میں ہیثمی کہتے ہیں کہ "سند حدیث میں اسماعیل بن یحیی تیمی ہے اور وہ شخص جھوٹا ہے"۔

محدث ہیثمی اسی حدیث کو (مجمع الزوائد میں) ایک سند کے ساتھ طبرانی سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث کے روات میں ایک شخص "بقیۃ ابن الولید" ہے اور یہ شخص ضعیف اور فریب کار ہے۔ (۱)

لہذا یہ حدیث علماء علم رجال کے نزدیک غیر معتبر ہے اور اہمیت نہیں رکھتی۔

چوتھی دلیل کا تنقیدی جائزہ

ابو بکر کی برتری اور افضلیت کے لیے اہل سنت کی ایک دلیل پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ جس میں آپ نے فرمایا"ابو بکر و عمر جنت میں بوڑھوں کے آقا و سردار ہیں"

اس حدیث کی بزار اور طبرانی نے ابی سعید سے روایت کی ہے اور "مجمع الزوائد" میں اس حدیث کو ان دونوں سے روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے روات میں ایک شخص "علی ابن عابس" ہے اور وہ نقل حدیث میں ضعیف ہے۔

ہیثمی ایک دوسرے مقام میں اس حدیث کو بزار سے اور انھوں نے عبید اللہ بن عمر سے نقل کیا ہے اور روات حدیث میں ایک راوی عبدالرحمن ملک کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا کلام نا قابل عمل ہے۔ (۲)

---

(۱) مجمع الزوائد ۹/۴۴

(۲) مجمع الزوائد ۹/۵۳

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس حدیث کے لیے ان دو اسناد کے علاوہ، ہیثمی کے یہاں کوئی اور سند نہیں ہے۔

پانچویں دلیل کا تنقیدی جائزہ

اہلسنت پانچویں دلیل کے عنوان سے اس حدیث سے استدلال پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس اجتماع کے درمیان ابو بکر موجود ہوں سزاوار نہیں ہے کہ کسی اور کو ان پر مقدم کیا جائے"

اس دلیل کے رد میں ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ حافظ ابن جوزی نے اس حدیث کو "الموضوعات" میں ذکر کیا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جعل ہوئی ہے۔[1]

ابن تیمیہ اور اس جیسے دوسرے افراد کہ جن کے لیے ابن جوزی کے فتاویٰ معتبر ہیں ان کے لیے اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی کا یہ نظریہ بھی قابل قبول ہوگا۔

چھٹی حدیث پر تنقیدی جائزہ

ابو بکر کی امامت کے لیے اہلسنت کی چھٹی دلیل صلاۃ ابو بکر ہے یہ دلیل دو لحاظ سے اہم ہے۔

---

(۱) کتاب الموضوعات ۳۱۸/۱

۱۔ نماز ابوبکر کی روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مختلف اسناد سے ذکر ہوئی ہے اور مسانید، سنن اور اہلسنت کی اکثر معتبر اور مشہور کتب میں ذکر ہوئی ہے۔

۲۔ نماز افضل ترین عبادت ہے اب اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیماری کی حالت میں اور زندگی کے آخری لمحات میں ابوبکر کو نماز جماعت کی امامت کے لیے بھیجیں تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ آنحضرت چاہتے تھے کہ اپنے بعد بطور خلافت و جانشینی ان کا تعارف کرائیں۔

لہذا یہ حدیث جو ابوبکر کی نماز کے بارے میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے لیے بہترین دلیل قرار دی جا سکتی ہے اور اگر آپ اہل تسنن کی کتابوں کی طرف رجوع کریں تو آپ ملاحظہ کریں گے کہ وہ اس حدیث کی اہمیت کے بہت زیادہ قائل ہیں اور ابوبکر کی خلافت و امامت پر استدلال کرنے کے لیے ان کی محکم ترین دلیل یہی حدیث ہے جو ابوبکر کی نماز با جماعت کے بارے میں ہے۔

وہ اس حدیث کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں، پہلی روایت عائشہ بنت ابوبکر سے ہے لیکن اگر آپ ان کی اسناد و طرق میں غور و فکر کریں تو آپ ملاحظہ کرینگے کہ اس حدیث کو مجہول الحال اشخاص نے روایت کیا ہے یا عائشہ سے اس روایت کو سنا گیا ہے یا وہ اس روایت کو نقل کرنے کا واسطہ ہیں۔

اس بنا پر اس روایت کی تمام اسناد عائشہ پر ختم ہوتی ہیں اور وہ اس روایت کو نقل کرنے میں دو اسباب کی وجہ سے متہم ہے۔

۱۔ علی علیہ السلام سے ان کی مخالفت۔

۲۔ دوسرے یہ کہ وہ ابوبکر کی بیٹی ہیں۔

اگر عائشہ کی حضرت علیؑ سے مخالفت سے چشم پوشی کریں تو اس واقعہ میں موجود خصوصیات اور متن روایت میں جو شواہد موجود ہیں اور اسی طرح وہ دلائل جو اس واقعہ سے مربوط ہیں ان میں اگر دقت کی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ ابو بکر کو نماز کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بھیجا تھا بلکہ عائشہ نے اپنی طرف سے اپنے والد گرامی کو نماز کے لیے بھیجا تھا۔

اس بات کی اہم ترین دلیل (کہ جو اس واقعہ کو سمجھنے میں تاثیر رکھتی ہے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان ہے جس میں آپ اپنے تمام اصحاب کو مدینہ سے باہر لشکر اسامہ کے ہمراہ مدینے سے خروج کرنے کا حکم دیا تھا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں تاکید کی ہے کہ تمام اصحاب اسامہ کے لشکر میں مدینہ سے باہر چلے جائیں۔

اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں لشکر اسامہ کے بارے میں تاکیدی حکم دیا تھا اور یہ تذکرہ شیعہ اور سنی کتب میں پایا جاتا ہے۔

دوسری طرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابہ جیسے ابو بکر و عمر کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کے لیے تاکید کرنے میں بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس روایت کو نقل کرنی والی معتبر کتب میں یہ بات ثابت شدہ ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ایک جانب ابو بکر کو یہ حکم دیں کہ اسامہ کے لشکر میں حاضر ہوں اور مدینہ سے باہر نکل جائیں اور دوسری طرف ان کو یہ بھی حکم دیں کہ میری جگہ نماز بھی پڑھائیں؟

اسی وجہ سے بعض افراد جیسے ابن تیمیہ وغیرہ مجبور ہوئے کہ ابوبکر کا اسامہ کے لشکر میں ہونے کا انکار کریں اور کہیں کہ اس قسم کا حکم جھوٹ پر مبنی ہے۔ چونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ابوبکر لشکر اسامہ میں موجود ہوں گے تو ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نماز جماعت پڑھانے کے لیے بھیجنا جھوٹ پر مبنی ہوگا۔

لیکن وہ مقام کہ جہاں مسئلہ نماز ابوبکر ان کے ہاں، ابوبکر کی خلافت و امامت کے لیے اہم ترین دلیل ہے اس لئے وہ مجبور ہیں کہ ان کا اسامہ کے لشکر میں ہونے کا انکار کریں جبکہ ابوبکر کا اسامہ کے لشکر میں موجود ہونا قابل انکار نہیں ہے۔

اب ہم نمونہ کے طور پر صرف ایک عبارت کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "فتح الباری فی شرح صحیح البخاری" میں کہتے ہیں کہ ابوبکر کے اسامہ کے لشکر میں حاضر ہونے کی روایت واقدی، ابن سعد، ابن اسحق، ابن جوزی، ابن عساکر اور دوسرے علماء نقل کرتے ہیں۔[۱]

بہرحال جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت لشکر اسامہ نے مدینے سے باہر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا اور جس وقت ابوبکر لوگوں پر مسلط ہوگئے تو اس وقت اسامہ نے ان کی بیعت نہیں کی اور کہا کہ میں ابوبکر پر امیر ہوں کس طرح ان کی بیعت کروں۔ اسی بنیاد پر ابوبکر نے اسامہ سے اجازت لی کہ عمر مدینہ میں رہ جائیں تاکہ حکومتی امور میں ان کی مدد کریں۔

---

[۱] فتح الباری ۱۲۴/۸

داخلی وخارجی قرائن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابوبکر کی نماز جماعت برپا کرنے والی روایت جھوٹی اور خلاف واقع ہے لیکن ہم اس حد تک ذکر نہیں کریں گے بلکہ ہم مزید کہیں گے کہ علیؑ اور اسی طرح اہلبیت کا یہ عقیدہ تھا کہ ابوبکر کا نماز کے لیے آنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا بلکہ عائشہ نے ان کو بھیجا تھا۔

ابن الحدید معتزلی اس مقام میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے اس واقعہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا آپ کہتے ہیں کہ عائشہ نے اپنے باپ کو نماز کے لیے متعیّن کیا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تعین نہیں کیا تھا؟۔ استاد نے جواب دیا کہ میں اس قسم کی بات نہیں کرتا ہوں لیکن علی علیہ السلام کا عقیدہ اسی طرح تھا ان کے وظیفے اور میرے وظیفے میں فرق ہے چونکہ وہ وہاں پر حاضر تھے لیکن میں موجود نہیں تھا۔

ہم اس تحقیق میں اس حد تک ہی اکتفا نہیں کریں گے بلکہ کہیں گے کہ اگر ہم قبول بھی کر لیں کہ جنہوں نے ابوبکر کو اس قسم کا حکم دیا وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے پھر بھی ان کے مدعیٰ پر دلیل قائم نہیں ہو سکتی ۔چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پوری زندگی میں مختلف مواقع پر اپنے بہت سارے اصحاب کو اپنی جگہ پر لوگوں کو نماز بپا کرنے کے لیے کہا اور کسی صحابی نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز پڑھانے کی وجہ سے امامت وخلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

شاید اگر کوئی کہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندگی کے آخری ایام میں نماز کا پڑھانا اور دوسرے مواقع پر نماز کے پڑھانے میں فرق ہے، البتہ اہلسنت بھی ان نمازوں کے درمیان فرق کے قائل ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس نماز کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے آخری ایام میں تھی گویا یہ ایک قسم کا اعلان تھا کہ وہ آنحضرت کے بعد خلافت و امامت کے عھدے پر فائز ہوں گے۔

اس کے جواب میں ہم حق جو محققین کے لیے اصل واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہ اگر اس طرح ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز بپا کرنے کا حکم دیا ہے تو بہت زیادہ روایات میں ذکر ہوا ہے کہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کی حالت میں گھر سے نکلے جبکہ آپ کو سہارا دیا گیا تھا اور آپ کے پائے مبارک زمین پر خط دیتے جا رہے تھے، محراب میں تشریف لائے اور ابو بکر کو ہٹا کر خود لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اہلسنت جواب میں کہتے ہیں کہ ابو بکر ایک مدت تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز پڑھاتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صرف ایک مرتبہ برطرف کیا اور خود نماز پڑھائی۔

ہم اس موضوع کے متعلق دو لحاظ سے جواب دیں گے۔

۱۔ ابو بکر نے صرف ایک مرتبہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز پڑھائی اور وہ بھی سوموار کے دن صبح کی نماز تھی لہذا ایک نماز سے زیادہ نہیں تھی۔

۲۔ اگر بالفرض ابو بکر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ متعدّد بار نماز پڑھائی لیکن خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندگی کے آخری لمحات میں یہ عمل کہ وہ گھر سے اس حالت میں باہر آئے کہ کہ آپ کے پائے مبارک زمین پر خط دیتے جا رہے تھے، اس بات کی محکم دلیل ہے کہ اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ آنحضرت نے انہیں اس سے قبل امامت کے لیے منصوب کیا بھی تھا تو آج کے بعد انہیں اس منصب سے معزول کر رہے ہیں۔

بنابرایں اگر ہم قبول کر بھی لیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کا حکم دیا ہے پھر بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ میری وفات کے بعد اسی نماز کے ذریعے جانشینی کے لیے استدلال کریں گے اور اس کو ابوبکر کی امامت و خلافت کے لیے ایک محکم دلیل کے طور پر پیش کریں گے لہذا بیماری کی حالت میں گھر سے باہر نکلے تاکہ لوگوں کے اذہان سے یہ وہم و گمان بھی دور ہو جائے۔

اہلسنت کی وہ تمام روایات جو اس بات پر مبنی ہیں کہ ابوبکر، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نماز پڑھانے کے لیے گئے تھے ان میں یہ ذکر ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر بیماری سے اٹھے اور ابوبکر کو ایک طرف کر کے خود نماز پڑھائی۔

ان روایات میں قابل توجہ نکات

ان روایات کی تحقیق میں قابل توجہ نکات پائے جاتے ہیں کہ جن کو ابھی ہم بیان کرتے ہیں:

پہلا نکتہ: جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ان تمام روایات کی راویہ عائشہ ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں گھر سے باہر آئے کہ دو افراد کا سہارا لئے ہوئے تھے اور آپ کے پائے مبارک زمین پر خط دیتے جا رہے تھے۔ آنحضرت اس حالت میں مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر کو محراب سے ہٹایا اور خود لوگوں کو نماز پڑھائی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیماری کی حالت میں گھر سے باہر تشریف لانا یہ ایک ایسی محکم دلیل ہے اگر اس قسم کا مقام پہلے ابوبکر کو سونپا گیا تھا تو ابھی اس مقام سے معزول کر دئے گئے ہیں۔

عائشہ کی روایات میں کہ جن دو افراد کی مدد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے ان میں سے ایک کا نام ذکر کیا ہے اور دوسرے شخص کا نام نہیں لیا گیا ہے واضح سی بات ہے کہ دوسرے فرد وہی علی علیہ السلام تھے اور یہ انکار اس بات کی نشاندہی ہے کہ عائشہ، حضرت علی علیہ السلام کے نام مبارک اور آپ کی فضیلت کو بیان کرنے سے ناراض تھیں۔

ابن عباس نے راوی سے کہا: کیا عائشہ نے دوسرے فرد کا نام تیرے لئے ذکر کیا ہے؟ راوی نے کہا نہیں! ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ شخص حضرت علی علیہ السلام تھے لیکن عائشہ نہیں چاہتی تھیں کہ علی علیہ السلام کو اچھائی اور نیکی سے یاد کریں۔

دوسرا نکتہ: جب بعض اہلسنت اس بات کی طرف متوجہ ہوئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیماری کی حالت میں گھر سے باہر آنا اور ابوبکر کو محراب سے ہٹا کر خود لوگوں کے لیے نماز بپا کرنا جیسے امور ابوبکر کی امامت اور خلافت پر قائم کئے جانے والے استدلال کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیں گے تو انہوں نے ایک من گھڑت روایت تراش لی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو نہیں ہٹایا بلکہ آنحضرت اسی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر کے پیچھے نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ وہ اس جعلی حدیث کے ذریعہ ابوبکر کی خلافت کو ثابت اور محکم کرتے ہیں یعنی دوسری تعبیر کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لیے حکم دیا تھا عملی طور پر بھی انہیں اپنے بعد امامت کے لیے منصوب کیا ہے۔ کیونکہ آپ بیماری کی حالت میں مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔

اب اس حدیث کے ہوتے ہوئے کس میں دم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر کی امامت و خلافت میں مناقشہ کرے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اتباع کی ہے ؟ کیا یہ محکم دلیل ابوبکر کی امامت کے لیے کافی نہیں ہے ؟

جی ہاں ! وہ جعلی ، من گھڑت اور جھوٹی حدیث کے ذریعہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری نماز میں ابوبکر کی اقتدا کی ہے لیکن حدیث کا یہ حصہ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں پایا جاتا اور جو کچھ ان دو کتابوں میں ذکر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو ایک طرف کیا (یا خود ابوبکر ایک طرف ہو گئے اور پیچھے کھڑے ہو گئے) اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

یہ جعلی حدیث مسند احمد میں پائی جاتی ہے اور یقیناً یہ جھوٹ ہے۔ اہل تسنن کے بہت سارے حفاظ حدیث بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض جیسے ابی الفرج ابن جوزی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوبکر کی اقتداء کرنے کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔[1]

---

[1] حافظ ابی الفرج ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ ھ) نے اپنے ہم عصر حافظ عبد المغیث حنبلی کے رد میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا نام ''آفۃ اصحاب الحدیث فی رد علیّ عبد المغیث'' رکھا ہے یہ کتاب تقریباً بیس سال پہلے مؤلف کی تحقیق کے بعد منظر عام پر آئی ہے۔

کیاعقل اس بات کو قبول کرتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے افراد میں سے ایک فرد کی اتباع کریں اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے امام ہو؟ واضح سی بات ہے کہ عقل ایسے مطلب کو ہرگز قبول نہیں کرتی۔

تیسرا نکتہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے اور ابوبکر کو ایک طرف کیا اور خود لوگوں کو نماز پڑھائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اسی بات پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ نماز کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کے لیے خطبہ فرمایا اور اس خطبہ میں قرآن و اہل بیت کا تعارف کرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی پیروی کرنا اور اپنے امور میں انکی اتباع کرنا۔

لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز کے لیے تشریف لانا اور ابوبکر کو محراب سے ہٹانا یہ اس لئے تھا کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی ایک مرتبہ پھر لوگوں کے سامنے اہل بیت علیہم السلام کا تعارف کرائیں اور لوگوں کو ان کی امامت کے بارے میں وصیت کریں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ کے آخر میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ اسامہ کے ہمراہ مدینہ سے باہر چلے جائیں اور آپ نے اس بات کی بہت زیادہ تاکید کی کہ لشکر اسامہ کے ساتھ پیوست ہو جائیں اور اس کام میں جلدی کریں۔

بیشک ان دلائل کے بعد اس حدیث سے استدلال کرنا کہ ابوبکر کو نماز کے لیے مقدم کیا گیا تھا بالکل صحیح نہیں ہے۔

ساتویں دلیل کا تنقیدی جائزہ

ابو بکر کی امامت کے لیے اہل سنت کی ساتویں دلیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ:

"میری امت میں بہترین ابو بکر اور عمر ہیں"

اس حدیث کو اسی عبارت کے ساتھ قاضی ایجی اور اس حدیث کے شارح اور دوسرے محدیثین بھی روایت کرتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کا کچھ حصہ اور بھی ہے جسے ذکر نہیں کیا جاتا۔ تاکہ پہلے حصے کی بنیاد پر ہی ابو بکر کی امامت پر استدلال کو تمام کر دیں۔

کامل متن کچھ یوں ہے:

"عن عائشه قلت : یا رسول الله ! من خیر الناس بعدک ؟

قال : ابوبکر ۔ قلت: ثم من ؟قال: عمر "

عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !آپ کے بعد بہترین لوگ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا: ابو بکر، پھر میں نے کہا: ان کے بعد امت میں سے بہتریں کون ہے ؟ تو آپ نے فرمایا: عمر۔

یہ حدیث کا وہ حصہ ہے جس کی بنا پر اہلسنت استدلال کرتے ہیں، لیکن اس مجلس میں حضرت زہرا بھی تشریف فرما تھیں اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے سوال کیا:

"یا رسول اللہ !آپ نے علیؑ کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا؟ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یا فاطمة ! علی نفسی ، فمن رأیتیه یقول فی نفسه شیئا ؟"

اے فاطمہ! علیؑ میری جان ہے، کیا تونے کسی کو دیکھا ہے جو اپنے نفس کے بارے میں کچھ کہے ؟ بہر حال اہل سنت حدیث کے پہلے حصہ سے چونکہ ابوبکر و عمر کے نام ذکر ہوئے ہیں، استدلال کرتے ہیں اور وہ ان کی امامت کے لیے اسے دلیل جانتے ہیں لیکن حدیث کے آخری فقرہ کو پیش نہیں کرتے ہیں اور وہ گویا نہیں جانتے ہیں کہ ایک دن کوئی شخص اہلسنت کے منابع و ماخذ پر دسترسی پیدا کرتے ہوئے اس پوری حدیث کو دیکھ لے گا۔

اس تمام گفتگو کے بعد یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ اس موضوع پر مزید آگاہی کے لیے آپ کتاب

"تنزيه الشريعه المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة"[1]

کی طرف رجوع کریں۔

آٹھویں دلیل کا تنقیدی جائزہ

اہل سنت کی آٹھویں دلیل وہ حدیث ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہے:

"لو كنت متخذا خليلا دون ربي لاتخذت ابابكر"

اگر میں پروردگار کے علاوہ کسی کو اپنا دوست منتخب کرتا تو یقینا ابوبکر کو اپنا دوست قرار دیتا۔

اس حدیث کے جواب میں یہ بات کافی ہے کہ اگر ہم کہیں کہ یہ حدیث ابوبکر کے بارے میں آئی ہے اور پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا دوست قرار دیا ہے۔ تو پھر جو عثمان کے بارے

---

[1] تنزيه الشريعه المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة ۱/ ۳۶۷

حدیث بیان کی گئی ہے۔اس کے بارے میں ہم کیا کہیں کہ خود اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے عثمان کے حق میں بھی اسی طرح فرمایا ہے اور ان کو بھی اپنے لئے دوست منتخب کیا ہے۔در حقیقت ابو بکر سے مربوط حدیث میں پیغمبر گرامی ﷺ نے کلمۂ شرط "اگر" کہا ہے لیکن عثمان کے بارے میں آیا ہے کہ رسول گرامی اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا متن اس طرح ہے۔

"ان لکل نبی خلیلا من امته و ان خلیلی عثمان بن عفان"

ہر نبی نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو اپنا دوست قرار دیا ہے اور اسی طرح میرا دوست عثمان بن عفان ہے۔لہذا اس حدیث کے مطابق عثمان،ابو بکر سے برتر اور افضل ہو جائیں گے۔

مصنف کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت کے مدارک کے مطابق عثمان،ابو بکر اور عمر سے برتر ہیں چونکہ وہ اپنی کتابوں میں مناقب و فضائل عثمان پر مشتمل احادیث لائے ہیں جو ہمارے مدعی کی تائید کرتے ہیں۔ ان من گھڑت احادیث میں ایک جعلی حدیث یہ بھی ہے جو بیان کی گئی ہے۔[1]

[1] تنزیہ الشریعہ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ ۱/ ۳۹۲۔

نویں دلیل کا تنقیدی جائزہ

اہل سنت کی نویں دلیل رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوبکر کے بارے میں وہ گفتگو ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وأین مثل ابی بکر کذبنی الناس وصدقنی وآمن بی و....۔وواسانی بنفسه و جاهد معی ساعة الخوف"

ابوبکر کی مانند کون ہوسکتا ہے، جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا توانہوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے اور... اور جان ومال سے میری مدد کی اور محاذ جنگ پر تنہائی اور خوف کے عالم میں میرے ہمراہ جنگ کی۔

حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب " اللالی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة"[1] اور حافظ ابن عراق مؤلف کتاب " تنزیه الشریعه"[2] نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو جعلی اور جھوٹی حدیثوں میں شمار کیا ہے۔

یہ حدیث دلالت کے لحاظ سے اس مطلب پر گویا ہے کہ ابوبکر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا مال بخش دیا اور اپنا ذاتی مال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا اور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکر کے مال اور ان کی بخشش کی ضرورت تھی۔واضح ہے کہ یہ بھی جھوٹے واقعات میں سے ہے اور اس کا جھوٹا

---

(1) اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعۃ ۱/۲۹۵

(2) تنزیہ الشریعہ المرفوعہ ۱/۳۴۴

ہونا اس حد تک ہے کہ ابن تیمیہ جیسا شخص بھی مجبور ہوا ہے کہ اس کے جھوٹے ہونے کی تصریح کرے۔[1]

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکر کے مال کی ضرورت تھی، حدیثیں گھڑنے والے اس طرح فضائل و مناقب جعل کرتے ہیں یہاں تک کہ اس بات پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کریں۔

بہر حال جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی روشنی میں یہ حدیث سند و دلالت کے لحاظ سے کذب پر مبنی ہے۔

دسویں دلیل کا تنقیدی جائزہ

اہل سنت کی دسویں دلیل وہ روایت ہے جو ابوبکر و عمر کی فضیلت میں علیؑ کی زبان مبارک سے نقل کرتے ہیں۔

"خير الناس بعد النبيين ابو بكر ثم عمر ثم الله اعلم"

انبیاء کے بعد بہترین لوگ ابوبکر اور پھر عمر اور ان کے بعد خداوند عالم ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ روایت صرف اس متن میں نقل نہیں ہوئی ہے بلکہ اہلسنت اس روایت کو دوسرے متون کے ساتھ بھی ابوبکر و عمر کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔ ہم اس روایت کے بارے میں دو قسم کے جواب دیں گے۔

---

[1] منھاج السنہ ۲۹۸/۴

۱۔ ابوبکر خود اعتراف کرتے ہیں کہ میں لوگوں سے بہترین نہیں ہوں ۔ کیا انہوں نے نہیں کہا تھا کہ میں تمہارا ولی ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں ۔ (۱) یا اس طرح نہیں کہا:

"أقیلونی فلست بخیر کم"

خلافت کے معاملہ میں مجھ سے صرف نظر کریں چونکہ میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔
یہ روایت بھی بہت سارے ماخذ میں نقل ہوئی ہے ۔ (۲)

۲۔ الاستیعاب کے مصنف، امیر المؤمنین کے سوانح حیات میں "الفصل فی الملل والنحل" ابن حزم اندلسی اور دوسرے حفاظ اہلسنت کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سارے صحابہ، حضرت علیؑ کو ابوبکر سے افضل اور برتر جانتے ہیں ۔ (۳)

لہذا اگر خود امیر المؤمنین اعتراف کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر ان سے برتر ہیں تو پھر صحابہ کس طرح علیؑ کو ان دو سے بہتر جانتے ہیں ؟

یہ وہ روایات ہیں جن کی جھوٹی نسبت امیر المؤمنین علیؑ کی طرف دی گئی ہے ۔

جی ہاں ! وہ خود بعض صحابہ جیسے ابوذر، سلمان، مقداد، عمار ... کے اسماء وغیرہ ذکر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک علیؑ سب سے افضل اور برتر ہیں اور دوسری طرف علیؑ یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ ابوبکر و عمر مجھ سے برتر ہیں (!!)

---

(۱) الطبقات الکبریٰ ۱۳۹/۳
(۲) مجمع الزوائد ۱۸۳/۵، سیرہ ابن ہشام ۶۶۱/۲، تاریخ الخلفاء ۷۱
(۳) الاستیعاب ۱۰۹۰/۳، الفصل فی الملل والنحل ۱۸۱/۴

لہذا ہم نے اہل سنت کے دلائل میں سے ایک بھی دلیل ایسی نہیں پائی ہے جو اشکالات سے خالی ہو۔ ہم نے اہل تسنن کے منابع اور ماخذ میں سے جو دلائل بھی پیش کئے ہیں وہ خود ان کے محققین کے نزدیک سندی لحاظ سے ضعیف ہیں یا پھر دلالت کے لحاظ سے ناکافی ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث بھی دوسری حدیثوں کی طرح جعلی اور گھڑی ہوئی ہے۔ اہل سنت خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ خاص طور پر یہ حدیث جس میں کہا گیا ہے کہ میرے بعد ابوبکر و عمر کی اتباع کریں۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ ان کے اہم ترین دلائل میں سے مہم دلیل ابوبکر کی نماز کا واقعہ ہے کہ جس میں وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ابو بکر کا نماز جماعت ادا کرانا ان کی امامت پر دلالت کرتا ہے؛ لیکن اس بنیاد پر جو مطالب ذکر کئے گئے ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے محراب سے ہٹایا اور خود لوگوں کو نماز پڑھائی یہ مطلب اس صورت میں قابل استناد اور صحیح ہیں کہ جب ابوبکر کو نماز کے لیے بھیجنے کی حدیث بھی صحیح ہو۔

مزید یہ کہ ابوبکر و عمر کی امامت کے بارے میں ایک دوسرے پہلو سے بھی بات کی جائے اور وہ یہ ہے کہ ان دو افراد کی امامت میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ جن کی وجہ سے مسلمانوں پر ان کی امامت ساقط ہو جاتی ہے اور یہ واقعات، بہت زیادہ اور بے شمار کتب میں ان کا تذکرہ پایا جاتا ہے لیکن ہمارا یہ طریقہ کار نہیں ہے کہ ہم ان روایات کے درپے ہوں۔

چوتھا حصہ

دلیلِ اجماع پر تنقیدی جائزہ

خلافت ابوبکر پر اجماع کی حقیقت

ابوبکر کی خلافت پر قائم کردہ دلائل میں سے تنہا وہ دلیل جس کا تنقیدی جائزہ پیش نہیں کیا گیا وہ اجماع ہے یعنی تمام اصحاب کا ابوبکر کی خلافت پر متفق ہونا۔

حق جُو محققین اس دلیل سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ ابوبکر کی خلافت پر کس طرح اجماع و اتفاق ہوا تھا مناسب نہیں کہ ہم اس بحث میں وارد ہوں چونکہ گفتگو اور طولانی ہو جائے گی لیکن ضروری حد تک ہم اس کا تجزیہ و تحلیل پیش کریں گے کہ جسے ہم اس سوال سے شروع کرتے ہیں۔

اہل تسنن کس اجماع و اتفاق کا ابوبکر کی امامت و خلافت کے لیے ادعا کرتے ہیں؟

وہ کہتے ہیں کہ سقیفہ میں کچھ واقعات پیش آئے ہیں کہ بعض لوگ وہاں جمع تھے اور ابوبکر کی خلیفہ کے عنوان سے بیعت کی اور انہیں لوگوں کا حاکم بنا دیا۔ [1]

---

[1] البتہ ہم اس بارے میں ایک تحقیق بنام ''امامت میں شوریٰ کا کردار'' میں شوریٰ کے بارے میں گفتگو کی ہے

اس دلیل کے بارے میں "صاحب شرح مقاصد" جن کا شمار نامور متکلّمین میں ہوتا ہے کی کلام میں کافی ہے وہ کہتے ہیں:

" جب ہم کہتے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت پر اجماع و اتفاق ہے تو ہم یہ حقیقی و واقعی دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔ چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ بعض صحابہ ابوبکر کی خلافت کے مخالف تھے اور اس طرح نہیں ہے کہ تمام لوگ ابوبکر کی امامت سے راضی تھے بلکہ در حقیقت ان کی امامت مہاجرین اور انصارین کے درمیان اختلاف اور انصار کے قبائل یعنی اوس و خزرج کے مابین کشمکش کے بعد سقیفہ میں صرف عمر کی بیعت کے بعد شروع ہوئی"۔ [1]

اس بات کی طرف اتنا ہی اشارہ کافی ہے لیکن اہلسنت جاننے کے باوجود کہ بہت سارے افراد ابوبکر کی خلافت کے موافق نہیں تھے لیکن جب ان کی کتب کی طرف رجوع کیا جائے تو ان میں یہ ملتا ہے کہ چونکہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے درمیان پیدا ہونے والے بعض مسائل پر خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے لہذا اس مسئلہ کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں پر مناسب ہے کہ کہ ہم "سعد تفتازانی کی شرح المقاصد" کی کلام کو نقل کرتے ہیں تا کہ دیکھا جائے کہ وہ کس طرح دلدل میں پھنس گئے ہیں اور کہاں جا کر پناہ لیتے ہیں؟

---

[1] شرح المقاصد ۵/ ۲۵۴-۲۶۷

سعد تفتازانی اس طرح گویا ہیں:

"تمام مسلمان دانشور ابوبکر کی خلافت و امامت پر اتفاق نظر رکھتے ہیں۔ ان کے حسن ظن سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر ابوبکر کی خلافت پر ان کے پاس کوئی واضح دلیل نہ ہوتی تو اس طرح وہ اتفاق نظر نہ رکھتے"۔[1]

ہم ان کے جواب میں کہتے ہیں: اگر آپ ابوبکر کی امامت پر اس طرح استدلال کرتے ہیں تو پھر ہم بھی مجبور ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب پر حسن ظن کرتے ہوئے ان کی تقلید کریں۔ اگر تقلید کی نوبت آگئی تو پھر اس مسئلہ پر ہمیں بحث و گفتگو کرنے کے لیے احادیث و روایات کی تحقیق کی فرصت کی ضرورت نہیں بلکہ ہم شروع سے ہی یہ کہیں گے کہ ہم اس مسئلہ میں اصحاب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقلید کرتے ہیں اور جو راستہ انہوں نے اختیار کیا تھا اسی کو آگے بڑھاتے ہیں۔

سعد تفتازانی آگے چل کر کہتے ہیں کہ:

اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام محفوظ ہونا چاہئے اور ان کی عیب جوئی کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور جو احادیث ان کے نقائص کو ثابت کرتی ہیں ان کی توجیہ کی جائے اور ان احادیث

---

[1] شرح المقاصد ۲/۲۹۸

کے ظاہری معنی سے ہٹ کر تاویل کی جائے اور بالخصوص جو احادیث مہاجرین و انصار کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ان کی توجیہ کریں۔[1]

دلائل امامیہ کے بارے میں تفتازانی کا نظریہ

سعد تفتازانی اپنی کتاب میں امامیہ کے نظریہ کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیعہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علیؑ کے سوا کوئی اور امام نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق امام کا معصوم اور عالم ہونا ضروری ہے اور کسی صحابی میں اس قسم کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں۔

وہ اس کلام کو نقل کرنے کے بعد امامیہ کے بہت بڑے عالم محقق خواجہ نصیر الدین طوسی اور دوسرے علماء کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی جسارت کرتے ہیں۔ اب ہم ان کی عبارت کو بعینہ نقل کرتے ہیں تاکہ محققین ان کے فہم و درک اور ان کے آداب و اخلاق سے آگاہ ہو جائیں اور پھر ان کی اس گفتگو کا علماء شیعہ کی گفتگو سے مقائسہ کریں۔

سعد تفتازانی اس طرح کہتے ہیں:

" احتجّت الشیعة بوجوہ لهم فی اثبات امامة علی بعد النبی من العقل و النقل ، و القدح فیما عداہ من اصحاب رسول الله اللذین قاموا بالأمر و یدّعون فی کثیر من الأخبار الواردة فی هذا الباب التواتر ، بناء

[1] شرح المقاصد ۲//۳۰۳

على شهرته فيما بينهم ، و كثرة دورانه على ألسنتهم ، و جريانه فى أنديتهم ، وموافقته لطباعهم ، ومقارعته لأسماعهم۔

ولا يتأملون كيف خفى على الكبار من الأنصار والمهاجرين ، والثقات من الرواة و المحدثين ، ولم يحتجّ البعض على البعض ، ولم يبرموا عليه الابرام والنقض۔

ولم يظهر الّا بعد انقضاء دور الامامة و طول العهد بأمر الرسالة ، وظهور التعصبات الباردة ، والتعسافات الفاسدة ، و افضاء أمر الدين الى علماء السوء ، والملك الى أمراء الجور ، ومن العجائب أنّ بعض المتأخرين من المتشغبين ، الذين لم يرو أحدا من المحدثين ولا رووا حديثا فى أمر الدين ، ملؤوا كتبهم من امثال هذا الأخبار والمطاعن فى الصحابة الأخيار ، وان شئت فانظر فى كتاب التجريد المنسوب الى الحكيم نصير الدين الطوسى ، كيف نصر الأباطيل وقرّر الأكاذيب ۔[1]

"شیعہ حضرات، علیؑ کی امامت کو ثابت کرنے کے لیے اور روایات مختلف جہات سے پیش کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جن افراد نے امت کی باگ ڈور ہاتھوں میں لی ہے ان

[1] شرح المقاصد ۲/۲۸۷

پر لعن وطعن کرتے ہیں اور ان کے بہت زیادہ عیوب اور نقائص کو بیان کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں ان کی احادیث تواتر سے بھی تجاوز کر گئی ہیں چونکہ یہ احادیث ان کے درمیان مشہور ہوگئی ہیں اور تمام ادوار میں یہ روایات زبان زدعام وخاص تھیں اور ان کی طبیعت میں راسخ ہوگئی ہیں اور وہ ہمیشہ یہ عیوب اور اشکالات سنتے آرہے ہیں لیکن انہوں نے ہرگز یہ فکر نہیں کی کہ کس طرح یہ عیوب مہاجرین اور انصار کے بزرگان اور قابل اطمینان روات سے پوشیدہ رہے ہوں اور انہوں نے ایک دوسرے پر ان عیوب کے ذریعہ دلیل پیش نہیں کی ہے اور اس چیز کو بیان نہیں کیا ہے کہ جو روایات کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کی دلالت کو بیان کرے۔
یہ لعن وطعن اور عیب جوئی اس وقت شروع ہوئی جب خلفاء کی امامت وخلافت کا دور گزر گیا اور سختیاں اور باطل کی بے راہرویاں آشکار ہوئیں۔دین کے امور بدکردار علماء کے ہاتھوں میں آگئے اور ستم گر بادشاہوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔
یہ بات قابل غور ہے کہ شیعوں کے محققین میں سے ایک (جو اہل فتنہ وآشوب ہے اور جس نے کسی بھی راوی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی روایت کو نقل کیا ہے) نے اپنی کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیک اور پاک سیرت اصحاب کی لعن وطعن پر مشتمل روایات کو ذکر کیا ہے۔
اب اگر آپ چاہتے ہیں تو شیخ نصیر الدین طوسی کی تالیف "التجرید" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے باطل نظریات کی حمایت کی ہے اور جھوٹے مطالب کو نقل کیا ہے...[1]

---

[1] شرح المقاصد ۲/۲۸۷

تفتازانی کے نظریہ کا ردّ

ہم تفتازانی کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ہم آپکے شکر گزار ہیں کہ آپ نے خواجہ نصیر الدین طوسی کی شان میں اسی حد تک بے ادبی کرنے پر اکتفا کیا ہے چونکہ ابن تیمیہ نے تو اس شیعہ محقق جس نے اپنی کتاب "التجرید" میں اہلسنت کی کتب سے امیر المؤمنین علیؑ کی امامت کو ثابت کیا ہے کی جانب گناہ کبیرہ کی نسبت دی ہے جو قابل بیان نہیں۔ [1]

خاتمۂ سخن

اصل موضوع یہ ہے کہ ہم نے (اپنی بعض اعتقادی تحقیقات میں) امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی امامت پر اہل سنت کی کتب سے دلائل پیش کئے ہیں اور ان کی کتابوں سے ان کو صحیح ثابت کیا ہے۔ہم نے تمام دلائل کو کمالِ ادب اور متانت سے بیان کیا ہے اور کسی بھی اہل سنت کے محقق کی بے ادبی کی ہے اور نہ ہی اس کی شان میں کوئی جسارت کی ہے۔ہم نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی امامت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معتبر احادیث سے ان کے معصوم اور تمام صحابہ پر برتر ہونے کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

---

[1] واضح رہے کہ ہم نے اس سلسلہ میں ''افترائات ابن تیمیہ'' کے عنوان سے ایک تحقیق انجام دی ہے.

ہم نے ان تمام دلائل کو اہلسنت کی معروف کتب سے اور ان کے محققین کے نظریات کے مطابق بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں دامن انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے اور نہ ہی کسی کی بے ادبی کی ہے۔

کتاب حاضر میں اہلسنت کی طرف سے ابوبکر کی امامت پر قائم کردہ ادلّہ کی تحقیق کی ہے، جس میں انہوں نے کہا ہے:

ابوبکر کی خلافت اور امامت پر اس کے علاوہ کوئی اور دلیل نہیں ہے اور اجماع و اتفاق کا بھی مجبوری کے عالم میں اعتراف کیا ہے کہ وہ بھی کما حقہ واقع نہیں ہوا ہے۔

ان کی ابوبکر کی امامت پر اہم ترین دلیل (کہ وہ تمام اصحاب سے برتر تھے) کی بھی تحقیق کی ہے اور خود اہلسنت کے ماخذ سے اس کے ناقص ہونے کو بیان کیا ہے۔

اس میں ہمارا کیا قصور ہے کہ ابوبکر کی خلافت پر کوئی بھی دلیل قائم نہیں ہے اور اس کے برعکس اہلسنت کی کتابوں میں علیؑ کی خلافت و امامت پر مکمل دلائل موجود ہیں؟

اہلسنت حقیقت سے بحث کیوں نہیں کرتے؟

کیا حقیقت و واقعیت تلخ ہوتی ہے؟

بے ادبی کا سہارا کیوں لیتے ہیں؟

علماء اہل تشیع کو طعن و تشنیع کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟

کیا صدر اسلام سے لیکر اب تک شیعہ علماء کی توہین اور گالی گلوچ، قتل اور ان کو زندانوں میں ڈالنا کافی نہیں ہے؟

کب تک یہ سلوک روا رکھیں گے؟

ایسا سلوک کیوں روا رکھا جاتا ہے ؟

ہم تو حقیقت سے بحث کرتے ہیں تاکہ جان لیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کس کی اقتدا کریں اور تاکہ اسے اعتقادات ، علمی مشکلات ، احکام اور دستورات میں اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ قرار دیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے لئے حقیقت کو واضح کریں تاکہ اپنے پروردگار کو یہ کہہ سکیں:

پروردگارا! ہم نے تو دلائل کی چھان بین کی تھی اور حقیقت کو پانے کی کوشش کی تھی اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیشوا اور امام یہی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اسی معصوم ہستی کے ذریعہ تیرا قرب اور تجھ سے رابطہ برقرار کریں۔

ہماری خداوند عالم کے حضور یہ دعا ہے کہ ہماری اس تحقیق کو ہمارے عذر کے طور پر قبول کرے۔

لہذا اس تحقیق میں جو تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے وہ دوستی اور دشمنی کی بنیاد پر نہیں تھی اور اس میں ہماری کوئی غرض بھی شامل حال نہیں تھی اور نہ ہی ہم نے کسی کی بے ادبی کی ہے اور نہ ہی کسی کو برا بھلا کہا ہے۔

لیکن کب تک یہ تلخ حقیقت جاری رہے گی ؟

کب تک حق کو قبول اور اس کی پیروی نہیں کریں گے ؟

کیوں ہمارے حق میں گستاخی کی جاتی ہے ؟

کیا یہ کام گھٹیا اور پست اور نادان افراد کے علاوہ کوئی اور کر سکتا ہے ؟

ہم خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں اپنی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقیقت کو درک کرنے کی ہدایت کرے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

خداوند سے التجا کرتے ہیں کہ روز محشر جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو ہوں تو ان کے حضور ہم سرفراز اور سرخرو ہوں

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر درود و سلام ہو۔

منابع ومآخذ

۱۔ قرآن کریم

الف

۲۔ الاستیعاب: ابن عبد البرّ، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۱۵ ھ

۳۔ أسنی المطالب فی أحادیث مختلفة المراتب: ابن درویش حوت، مکتب التجاریة الکبری، مصر، طبع اول، ۱۳۵۵ ھ

ت

۴۔ تاریخ بغداد: خطیب بغدادی، دار الکتب علمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ ھ

۵۔ تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطی، منشورات شریف رضی، قم، ایران، طبع اول، ۱۴۱۱ ھ

۶۔ تاریخ مدینة دمشق: ابن عساکر، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ ھ

۷۔ تلخیص المستدرک: ذہبی، دار المعرفہ، بیروت، لبنان

۸۔ تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانی، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۰۱ ھ

۹۔ تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة: ابن عرّاق کنانی، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۰۱ ھ

س

۱۰۔ سنن ترمذی : ترمذی ، دار الفکر ، بیروت ، طبع دوم ، ۱۴۰۳ ھ

۱۱۔ سیرہ ابن ھشام : دار احیاء التراث العربی ، بیروت لبنان ، طبع اول ، ۱۴۱۵ ھ

ش

۱۲۔ شرح المقاصد : تفتازانی ، منشورات شریف رضی ، قم ، ایران ، طبع اول ، ۱۴۰۹ ھ
و دار المعارف نعمانیہ ، پاکستان ، طبع اول ، ۱۴۰۱ ھ

۱۳۔ شرح المنہاج : (خطی نسخہ) عبری فرقانی ۔

۱۴۔ شرح المواقف : سید شریف الجرجانی و یلیہ حاشیۃ السیالکوتی والحلبی ، منشورات شریف رضی ، قم ، ایران ، طبع اول ، ۱۴۱۲ ھ

ص

۱۵۔ صحیح بخاری : بخاری ، دار الفکر ، بیروت ، ۱۴۰۱ ھ

۱۶۔ صحیح مسلم : مسلم نیشاپوری ، دار الفکر ، بیروت

ض

۱۷۔ الضعفاء الکبیر : عقیلی ، دار الکتب علمیہ ، بیروت ، لبنان

ط

۱۸ ۔ الطبقات الکبریٰ : ابن سعد ، دار الکتب علمیہ ، بیروت ، لبنان ، طبع دوم ، ۱۴۱۸ ھ

ف

۱۹۔ فتح الباری: ابن حجر، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۱۰ ھ

۲۰۔ الفصل فی الأهواء و الملل والنحل: ابن حزم اندلسی، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۱٦ ھ

۲۱۔ فیض القدیر: مناوی، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۱۵ ھ

ک

۲۲۔ الکامل: عبداللہ عدی، دار الفکر، بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۹ ھ

۲۳۔ کنزالعمّال: متقی ھندی، دار الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۹ ھ

ل

۲۴۔ اللالی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة: جلال الدین سیوطی، دار الکیتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۱۷ ھ

۲۵۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، مؤسسہ أعلمی بیروت، لبنان، طبع دوم، ۱۳۹۰ ھ

م

۲٦۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ھیثمی، دارلفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲ ھ

۲۷۔ المستدرك: حاکم نیشاپوری، دار الکتب علمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۴۱۱ ھ

۲۸۔ مسند احمد بن حنبل: احمد بن حنبل، دار احیاء التراث العربی و دار صادر، بیروت، لبنان، طبع سوم، ۱۴۱۵ ھ

۲۹۔ المصنّف : ابن ابی شیبہ کوفی ، دار الفکر ، بیروت ، طبع اول ، ۱۴۰۹ ھ

۳۰۔ منہاج السنۃ النبویہ : ابن تیمیہ ، مکتب ابن تیمیہ ، قاہرہ ، مصر ، طبع دوم ، ۱۴۰۹ ھ

۳۱۔ میزان الاعتدال : ذہبی ، دار الکتب علمیہ ، بیروت ، لبنان ، طبع اول ، ۱۴۱۶ ھ

۳۲۔ الموضوعات : ابن الجوزی ، دار الکتب علمیہ ، بیروت ، لبنان ، طبع اول ، ۱۴۱۵ ھ